منصبِ خطابت کے بنیادی تقاضے

(تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد کریم ☆

Abstract:

"In muslim society the post of ORATION is the best source of propagation and preaching. The very significance come of this post is no more remaimed hidden from the eyes of Islamic society. In mosques during the juma prayers and similarly on the other occasions. An orator can play an important role for the reformation of the people. consequently his speaches may be able to create the passions of inclination towards the virtuous deeds and abomination from the evils. A remarkable and effective speach no doubt causes for the people to be set right. This is matter of Pride that all the Prophets (peace be upon them) were eloquent orators and the best preachers of all and they preffered the medium of oration to convey the sacred teachings of Allah the Almighty to the public of their age. The Holy Quran has mentioned the sermons of many Prophets. The sermons of the Prophat of Islam (ﷺ) have got too much importance in Islamic Shariah , history and literature."

منصب خطابت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جمیع انبیاء کرام علیہم السلام خطیب تھے، قرآن مجید نے مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کے خطبوں کا ذکر کیا ہے، حضور نبی کریم ﷺ

☆ ضلعی خطیب، محکمہ اوقاف، لاہور

کے خطبات اسلامی شریعت اور تاریخ وادب کا اہم حصہ ہیں۔ خلفاء راشدین کے خطبات سے شریعت کی راہیں کھلتی ہیں۔ اسی لیے تمام اسلامی حکومتوں میں منصب خطابت ہمیشہ اہم رہا ہے اور اکثر ممالک اسلامیہ میں آج بھی ہے۔ ملک پاکستان میں سرکاری سطح پر اور عوامی سطح پر خطابت ایک اہم منصب ہے۔ منصب خطابت کی حدود و قیود اور ذمہ داریوں کے تعین کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ہمیں مکمل راہنمائی ملتی ہے۔ ایک خطیب کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیے، خطیب کی دعوت کا طریقہ کار کیا ہونا چاہیے، خطیب کے لیے تقریر کے اصول وضوابط کیا ہونے چاہیے، ذیل میں ان تینوں امور کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

۱۔ یہ ضروری ہے کہ خطیب دین کا علم اور سمجھ رکھنے والا، اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اور جس چیز کی طرف بلا رہا ہے، اس پر عمل کرنے والا ہو، اچھی خصلتیں اور اچھی صفات کا حامل ہو۔ اللہ کی طرف بلانے والے راستہ میں مشکلات پر صبر کرنے والا اور تکالیف کو تحمل وبردباری سے برداشت کرنے والا ہو۔ اس کی زبان میں شیرینی اور اس کے مزاج میں درگزر کرنے کا مادہ ہو، اس لئے کہ خطیب ومبلغ درحقیقت نبی کریم ﷺ کا نائب ہے۔ لہٰذا جس کا نائب ہے، اس کی صفات سے اس کا متصف ہونا ضروری ہے۔ (۱)

مبلغ یا داعی کی تمام صفات میں سے پہلی صفت، صفتِ علم ہے۔ داعی کے لئے عالم ہونا ضروری ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنے علم میں اضافہ کرتا رہے، جس کے لئے وہ تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت النبی ﷺ وغیرہ کی کتابیں مطالعہ کرے اور دیگر مبلغین اور مجاہدین کی تاریخ دعوت وعزیمت سے آشنا اور آگاہ ہو اور ان مضامین سے متعلق کتب کے ذخیرہ سے اپنے علم کو مزید ترقی دے اور جس چیز کی طرف وہ لوگوں کو دعوت دے رہا ہو، اس میں اس کو بصیرت اور عبور حاصل ہو، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

> ''اے نبی مکرم ﷺ! آپ کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے پیروکار دلیل پر قائم ہیں، پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔''(۲)

۲۔ چونکہ خطیب لوگوں کو پروردگار کے راستہ کی طرف بلاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ وہ اس راستہ کے تمام مقتضیات اور معلومات سے واقف ہو، اور جب وہ لوگوں کو اچھی چیزوں کی طرف بلا رہا ہے اور بری چیزوں سے روک رہا ہے، تو یہ اچھائی اور برائی کی معرفت بغیر علم کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ نبی کریم ﷺ جو کہ تمام لوگوں سے زیادہ عالم تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی کہ آپ کثرت سے یہ دعا مانگیں:

''وقل رب زدنی علماً''

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ (۳)

۳۔ خطیب وداعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس جو علم ہے اور جس چیز کی طرف وہ لوگوں کو بلا رہا ہے، اس پر اس کا عمل بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سب سے پہلے عمل کرنے والے ہوتے تھے اور ان کے لئے عمل کا ایک نمونہ پیش فرماتے، تاکہ لوگ اس نمونہ عمل کی اقتداء کریں۔ جب نماز پڑھنے کا حکم نازل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خود نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد صحابہ کرام سے فرمایا:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔(۴)

''اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔''

جب داعی اس عمل پر خود عمل پیرا ہو، جس کی طرف وہ دعوت دے رہا ہے، تو وہ بات دل میں مضبوطی سے جاگزیں ہوتی ہے اور مخاطب اس کو پوری بصیرت اور خوش دلی سے قبول کرتا ہے، جب بات دل سے نکلتی ہے تو دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر سخت نکیر فرمائی ہے، جو لوگ اپنے کہے ہوئے پر عمل نہیں کرتے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔''(۵)

۴۔ خطیب وداعی کے لئے ضروری ہے کہ وہ سلامت قلب اور پاکیزگی روح کے ساتھ متصف ہو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا تعلق نہایت مضبوط ہو، اور تعلق باللہ فرائض پر پابندی کے ساتھ عمل، رات کی نماز اور کثرت ذکر سے حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ذکر الٰہی سے دل ودماغ کو جلا ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ۔(۶)

(خبردار! اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہوتا ہے۔)

۵۔ خطیب وداعی کو چاہیے کہ وہ کچھ وقت اپنے رب کے ساتھ تخلیہ کے لئے فارغ رکھے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی فرماتے ہیں:

اللہ جل شانہ کی طرف بلانے والے کے لئے ضروری ہے کہ کچھ اوقات فارغ کرے، جن میں وہ اللہ جل شانہ کے ساتھ اپنی روح کے تعلق کو مضبوط کرے۔ ان اوقات میں وہ برے اخلاق کی کدورتوں سے اپنے نفس کو پاک کرے، اپنے گرد وپیش کی منتشر زندگی سے پرسکون ہوجائے، اور تخلیہ کے ان اوقات میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے کہ اس نے بھلائی میں کیا کوتاہی کی؟ کہاں اس کے قدم متزلزل ہوئے؟ کہاں اس نے حکمت تبلیغ اور منہج دعوت میں غلطی کی؟ ان امور کا محاسبہ کرے ان کے ازالہ کی تدبیر سوچے اور ان اوقات تخلیہ میں وہ آخرت، جنت، دوزخ، موت اور اس کی ہولناکیوں کا تصور کرے، ان اوقات تخلیہ میں ذکر الٰہی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز تہجد اور قیام

اللیل فرض تھی (۷)، جب کہ امت کے دیگر افراد کے حق میں مستحب ہے، اس نماز تہجد کی سب سے زیادہ ضرورت مبلغین کو ہے اور پھر رات کے آخری حصہ میں تخلیہ اور نماز تہجد کی لذت سے وہی شخص آشنا ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے سرفراز فرمایا ہو۔(۸)

۶۔ ضروری ہے کہ خطیب پاکیزہ اخلاق اور اچھی صفات مثلاً صبر، بردباری، نرم مزاجی، عفو ودرگزر اور لوگوں پر شفقت جیسی صفات سے متصف ہو، جیسے کہ نبی کریم ﷺ متصف تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے تمام اخلاق حمیدہ اور صفات پاکیزہ کے اعلیٰ رتبہ پر فائز ہونے کی خبر قرآن کریم نے متعدد آیات میں دی، چند ایک درج ذیل ہیں:

ا۔ اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔(۹)

ب۔ پھر یہ اللہ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے، اور اگر آپ تندخو، سخت طبع ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے منتشر ہو گئے ہوتے، سو آپ ان سے درگزر کیجئے اور ان کے لئے استغفار کر دیجئے اور ان سے معاملات میں مشورہ لیتے رہیے۔(۱۰)

وہ شخص جس کو اللہ نے خطیب اور مبلغ وداعی جیسے اہم اور مقدس منصب کیلئے پسند فرمایا ہے وہ اس بات کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظر انداز نہ کرے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا نائب ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پیغام کو حتی الوسع اور اپنی استعداد اور دائرہ کار میں مخلوق تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔

دعوت کا طریقہ کار:

خطیب کے لیے دعوت کا طریقہ کار قرآن وسیرت کی روشنی میں درج ذیل ہے:

ا۔ لازمی ہے کہ خطیب، داعی اور مبلغ عقل وفراست سے معمور ہو، جنہیں دعوت دے رہا ہے، ان کی صلاحیت وحیثیت کے مطابق، اس کو اسلوب دعوت میں تبدیلی پر عبور حاصل ہو۔ اگر اس کے مخاطب غیر مسلم ہوں، تو چاہیئے کہ وہ محض بنیادی عقائد اور ایمان کی طرف بلائے، اور اس مقصد کے لئے حکمت ودانشمندی کے ساتھ اسلام کی اچھائیوں اور خوبیوں کو پیش کرے۔ اگر اس کے مخاطب اہلِ اسلام ہوں، تو اس کی دعوت اللہ جل شانہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت اور ان کی اطاعت، تزکیہ نفس، اصلاح عمل، خدا ترسی، بھلائی کی جانب ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے طریق دعوت کو بیان کر دیا ہے۔ خطیب ومبلغ کے لیے یہ آیت مبارکہ بنیادی اہمیت کی حامل ہے:

ادْعُ إِلِى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيْلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔(۱۱)

''بلایئے اپنے رب کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ، اور ان سے لڑو اس

طریقہ سے جو عمدہ ہے، بیشک آپ کا رب خوف واقف ہے، اس سے بھی جو اس کی راہ سے بھٹک گیا، اور وہ اس سے بھی خوف واقف ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں میں سے ہے۔''

اس آیت سے مفسرین نے درج ذیل مسائل ونصائح کا استنباط کیا ہے، جو کہ ایک خطیب ومبلغ کے لیے دعوت کا طریقہ کار اور مشعلِ راہ ہے۔

۲۔ ایک نادان اور غیر تربیت یافتہ خطیب ومبلغ اپنی دعوت کے لئے اس دعوت کے دشمنوں سے بھی زیادہ ضرر رساں ہوسکتا ہے، اگر اس کے پیش کئے ہوئے دلائل بودے اور کمزور ہوں گے۔ اگر اس کا انداز خطابت درشت اور معاندانہ ہوگا۔ اگر اس کی تبلیغ اخلاص وللّٰہیت کے نور سے محروم ہوگی، تو وہ اپنے سامعین کو اپنی دعوت سے متنفر کر دے گا۔ کیونکہ اسلام کی نشر واشاعت کا انحصار تبلیغ اور فقط تبلیغ پر ہے۔ اس کو قبول کرنے کے لئے نہ کوئی رشوت پیش کی جاتی ہے اور نہ جبر واکراہ سے کام لیا جاتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ایمان، ایمان ہی نہیں، جس کے پس پردہ کوئی دنیاوی لالچ یا خوف وہراس ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب مکرم ﷺ کو دعوتِ دین کے آداب کی تعلیم دی۔ اس آیت کا ایک ایک لفظ غور طلب ہے۔ دین اسلام کو ''سبیل ربک'' کے عنوان سے تعبیر کر کے اس امر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ دعوت کسی سیاسی جتھہ بندی کے لئے، کسی معاشی گروہ سازی کے لئے نہیں دی جارہی، بلکہ اس راستہ کی طرف بلایا جارہا ہے جو بندے کو اپنے مالک حقیقی کی طرف لے جاتا ہے، جو دوری اور بیگانگی کے صحراؤں سے نکال کر قرب ولطف کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔

ایک داعی اور مبلغ کی ذمہ داری ہے کہ وہ حکیمانہ انداز سے خلق خدا کی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات سے سرشار ہو کر رضائے الٰہی کے لئے تبلیغ کرے۔ اگر کوئی قبول نہ کرے تو اس کے لئے اسے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کچھ مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے قبول حق کی توفیق ارزانی فرما دیتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے محروم ونامراد کر دیتا ہے۔(۱۲)

سیرتِ نبوی ﷺ سے ماخوذ اصول وضوابط:

خطیب ومبلغ کے لئے سیرت نبوی ﷺ سے مترشح ہونے والے چند اصول وضوابط درج ذیل ہیں:

۱۔ سامعین کو قریب کرنا:

خطیب کو چاہیے کہ خطاب سے پہلے سامعین کو اپنے قریب کر لے، اس بارے میں حدیث مبارکہ درج ذیل ہے:

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجلس نصیحت میں حاضر ہو جاؤ اور امام سے قریب ہو جاؤ، کیونکہ یقیناً آدمی (امام سے) دور ہوتا رہتا ہے، حتیٰ کہ اگر وہ جنت میں داخل بھی ہو گیا، تو اس کو مؤخر کیا جائے گا (یعنی اس کا داخلہ دوسرے لوگوں کے بعد ہوگا۔(۱۳)

۲۔خطیب وسامعین کا باہمی رابطہ:

خطیب اور سامعین کو ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، اس بارے میں اسوۂ نبی ﷺ درج ذیل ہے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑائی کیا ہے؟ کیونکہ ہم میں سے کوئی غصہ کی وجہ سے لڑتا ہے اور کوئی غیرت کی وجہ سے جنگ کرتا ہے۔ تو آپ ﷺ نے اس کی طرف اپنے سر کو اٹھایا۔ راوی نے بیان کیا: آپ ﷺ نے اس کی طرف سر اس لئے اٹھایا کہ وہ (سائل) کھڑا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جو اس لئے لڑائی کرے تا کہ اللہ کے کلمہ کو سربلندی نصیب ہو، وہ اللہ عزوجل کے راستے میں (لڑائی کرتا) ہے۔''(۱۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جب رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہم اپنے چہروں کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔''(۱۵)

۳۔سامعین کو متوجہ کرنا:

خطیب کو چاہیے کہ خطاب سے پہلے لوگوں کو خاموش کروائے، اور دوران تقریر بھی اس پر خیال رکھے، آپ ﷺ کے حوالے سے چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے کہا: ''چپ ہو جاؤ'' تو تو نے لغو بات کہی۔''(۱۶)

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے انہیں حجۃ الوداع میں فرمایا: لوگوں سے کہو کہ خاموش ہو جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد کافر نہ ہو جانا، کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگ جاؤ۔''(۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفات میں کھڑے ہوئے اور اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں کو میرے لئے خاموش کرواؤ۔ پس حضرت بلال رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چپ ہو جاؤ۔''(۱۸)

دعوت وخطاب کی ابتدا کا طریق:

ایک خطیب ومبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے خاندان اور عزیزوں کے بعد حکمرانوں اور اعلیٰ عہدیداروں کی اصلاح پر زیادہ توجہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق قریش کو دعوت دی، جو سارے عرب کے مذہبی وسیاسی پیشوا تھے اور ان کے سرداروں میں سے ایک ایک کے سامنے اللہ کے دین کو پیش کیا۔ جب ان کی طرف سے نفرت اور مخالفت کا مظاہرہ ہوا تو آپ صلیٰ اللہ علیہ والہ وسلم نے ان کے قبولِ اسلام کے لئے دعائیں بھی کیں۔ ان میں سے بعض بعض کے لئے جو قوم میں خاص اہمیت رکھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! عمر یا ابوجہل کے اسلام سے اسلام کی دعوت کو قوت دے۔'' ان لوگوں کے قبولِ اسلام کا شوق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس قدر غالب تھا کہ اس کے لیے ہر قسم کے طعن وطنز، تحقیر واستہزاء اور عناد واختلاف کو برداشت کرتے رہے، یہاں تک کے جب اتمامِ حجت کا حق ادا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لوگوں کے روک دیا اور صرف ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جو یا تو ایمان لا چکے تھے یا جن سے توقع تھی کہ اگر ان کو کوئی نصیحت کی جائے گی تو چونکہ وہ لیڈری کے مخصوص امراض سے پاک ہیں اس وجہ سے سنیں گے اور مانیں گے، یہی مقام ہے جہاں پہنچ کر آپ کو منکرین سے اعراض کا حکم دیا گیا ہے، اس بارے میں چند آیات درج ذیل ہیں:

''پس ان سے تم اعراض کرو، اب تم پر کوئی الزام نہیں اور یاددہانی کرتے رہو، کیونکہ یاددہانی ایمان والوں کو نفع پہنچاتی ہے۔''(۱۹)

''ہم نے ان کے مختلف گروہوں کو جن چیزوں سے بہرہ مند کر رکھا ہے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو اور نہ ان کی حالت پر غم کرو اور اپنی شفقت کے بازو اہلِ ایمان پر جھکائے رکھو۔''(۲۰)

بات کی موزوں وضاحت:

خطیب ومبلغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے موضوع کی وضاحت کرے اور الفاظ ومعانی کو ٹھہر ٹھہر کر بیان کرے، تاکہ تفہیم تامہ حاصل ہو، اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ کی گفتار جدا جدا ہوتی تھی، ہر سننے والا اس کو سمجھتا تھا۔''(۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری روایت ہے:

''یقیناً نبی کریم ﷺ اس طرح گفتگو فرماتے کہ اگر کوئی شمار کرنے والا ان (الفاظ) کو گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔''(۲۲)

ضروری امور ومسائل کا اعادہ:

خطیب کو چاہیے کہ جو ضروری عقائد ومسائل ہوں، ان کو بار بار ذکر کرے، تاکہ وہ عام لوگوں کو ازبر ہوجائیں، اس بارے میں سیرت نبوی ﷺ کے چند گوشے درج ذیل ہیں:

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوسعید! جو (اس بات پر) راضی ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ (اس کے) رب ہیں، اسلام (اس کا) دین ہے اور محمد ﷺ (اس کے) نبی ہیں، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ اس بات سے خوش ہوکر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے لئے یہ بات دوبارہ فرمادیجئے۔ تو آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا (یعنی کہی ہوئی بات کا اعادہ فرمادیا)۔''(۲۳)

حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مدینہ کو (یثرب) کے نام سے پکارا، وہ اللہ عزوجل سے معافی مانگے، وہ طابہ ہے، وہ طابہ ہے۔''(۲۴)

حضرت معاویہ بن حیدہ القشیری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اس کے لئے ویل ہے، جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لئے (ویل) ہے، اس کے لئے (ویل) ہے۔''(۲۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے فجر باجماعت ادا کی، پھر طلوع آفتاب تک بیٹھا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعت پڑھی، تو اس کے لئے حج اور عمرے کے برابر ثواب ہوگا۔ انہوں نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مکمل، مکمل، مکمل۔''(۲۶)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اگر میں نے اس (حدیث) کو رسول اللہ ﷺ سے سات دفعہ سنا نہ ہوتا، تو بیان نہ کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی اسی طرح وضو کرے جیسا کہ اس کو حکم دیا گیا ہے، تو گناہ اس کے کان، آنکھ، دونوں ہاتھوں اور دونوں قدموں سے دور ہوجاتے

ہیں۔''(۲۷)

اشارے رکنائے کا استعمال:

نبی کریم ﷺ بات سمجھانے کے لیے اشاروں کا استعمال بھی فرماتے تھے، اس لیے خطباء وواعظین کو بھی چاہیے کہ ضروری باتوں کو آسانی سے سمجھانے کے لیے اشاروں استعمال بھی کریں، جیسا کہ اس بارے میں احادیث مبارکہ ہیں:

حضرت عبید بن فیروز سے روایت ہے: میں نے البراء بن عازب رضی اللہ سے عرض کیا: مجھے قربانی کے ان جانوروں کے متعلق بتائیے، جن کی قربانی کو رسول اللہ ﷺ نے ناپسند فرمایا، یا ان سے منع فرمایا ہو۔ انہوں نے بیان کیا:

> ''بلاشبہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح اپنے ہاتھ سے فرمایا، اور میرا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ سے کوتاہ ہے: چار قسم کے جانور قربانی میں جائز نہیں: یک چشم، جس کا یک چشم ہونا نمایاں ہوں، بیمار: جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا: جس کا لنگڑا پن عیاں ہو اور ایسا بوڑھا کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔''(۲۸)

حضرت البراء بن عازب رضی اللہ سے ہی ایک روایت میں ہے:

> ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا اور آپ نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ فرمایا، انہوں (البراء رضی اللہ عنہ) نے اپنی انگلیوں کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے کہا: کہ میری انگلیاں رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے کوتاہ ہیں۔''(۲۹)

مثالوں سے وضاحت:

غیر مرئی چیز کو مرئی چیز سے تشبیہ دینا مثال کہلاتا ہے، خطیب کے لیے ضروری ہے کہ غیر مرئی امور کو واضح کرنے کے لیے مثالیں دے کر بات سمجھائے، اس حوالے سے قرآن وسیرت سے چند مثالیں درج ذیل ہیں: جیسا کہ قرآن مجید نے ایمان نہ لانے والوں کی مثال بیان فرمائی:

> ''ان کی مثال (جو ایمان نہیں لائے) اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی تو جب اس سے آس پاس روشن ہو گیا تو اللہ ان کی روشنی لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا اور انہیں کچھ سجھ نہیں آتا۔ وہ بہرے گونگے ہیں اور لوٹنے والے نہیں ہیں۔''(۳۰)

قرآن کریم کی اتباع میں حضور اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کی رہنمائی کیلئے مثالوں سے اپنے کلام کو مزین کیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مؤمن اور کافر کی مثال بیان فرمائی:

> ''مؤمن کی مثال کھیتی کے سرکنڈے کی طرح ہے ہوا اُسے جھونکے دیتی ہے، ایک مرتبہ

اسے گرادیتی ہے، ایک مرتبہ اسے سیدھا کردیتی ہے، یہاں تک کہ خشک ہوجاتا ہے
اور کافر کی مثال صنوبر کے اس درخت کی ہے جو اپنے تنے پر کھڑا رہتا ہے، اسے کوئی بھی
ہوانہیں گراتی یہاں تک کہ ایک ہی دفعہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔''(۳۱)

اسلوب تقابل اپنانا:

خطیب ومبلغ کو تقابلی اسلوب اپنانا چاہیے، اس سے بات تفہیم کے قریب ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ عموماً دنیا وآخرت، جنت ودوزخ، اچھائی اور برائی کا تقابل کر کے بات سمجھاتے تھے، چند ایک احادیث درج ذیل ہیں:

حضرت قیس سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں ایسے ہی ہے، جس طرح کہ تم میں سے ایک اپنی انگلی سمندر میں رکھے...... یحییٰ نے شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا پھر دیکھے کہ وہ (اپنے ہمراہ) کیا لے کر پلٹتی ہے؟''(۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اہل دنیا میں سب سے زیادہ ناز ونعمت میں زندگی بسر کرنے والے جہنمی کو لایا جائے گا، اور جہنم میں ایک بار ڈالا جائے گا، پھر کہا جائے گا۔ اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی نعمت کا گزر ہوا؟ وہ جواب دے گا: ''نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! اے میرے رب! (پھر) اہل دنیا میں سب سے زیادہ مشقت (میں زندگی بسر کرنی) والے جنتی کو لایا جائے گا اور ایک مرتبہ جنت میں داخل کیا جائے گا، پھر کہا جائے گا: اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی مشقت دیکھی؟ کیا کبھی تیرے پاس سے کسی سختی کا گزر ہوا؟ وہ جواب میں عرض کرے گا: نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! میرے پاس سے کبھی کوئی مشقت نہیں گزری اور نہ کبھی میں نے کوئی سختی دیکھی۔''(۳۳)

اجمال وتفصیل کا بیان:

حضور نبی اکرم ﷺ بیان کے وقت پہلے چیزوں کا اجمالاً ذکر فرماتے، اس کے بعد تفصیلاً ذکر فرماتے۔ چند ایک احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دو دعائیں مسترد نہیں ہوتیں یا شاید کم ہی مسترد ہوتی ہیں: اذان کے وقت کی دعا اور جنگ کے وقت، جب کہ وہ باہم گتھم گتھا ہوکر ایک دوسرے کو قتل کررہے ہوں۔''(۳۴)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''تین (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس میں وہ موجود ہوں، اس نے ان کے ساتھ ایمان کی مٹھاس کو پالیا، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوں، وہ کسی بھی شخص سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، اور وہ کفر میں واپس لوٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔''(۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: چار (خصلتیں) جس کسی میں ہوں وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو، تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ دے۔ جب اسے امین بنایا جائے، تو وہ خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب کسی سے عہد کرے، تو وفا نہ کرے اور جب (کسی سے) لڑے تو حق و انصاف سے دور ہو جاتا ہے۔''(۳۶)

مخصوص باتوں کو کنایتاً ذکر کرنا:

خطیب و واعظ کے لیے ضروری ہے کہ شرم و بے حیائی کی باتیں نہ کرے، اور نہ ہی بیہودہ کلام و اشارہ کرے، بلکہ اگر شرم و حیا والی بات بھی کرنی ہو، تو کنایۃً کرے۔ اس بارے میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

''گود میں تین بچوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی: عیسیٰ علیہ السلام، (دوسرے بچے کا واقعہ یہ ہے کہ) بنو اسرائیل میں جریج نامی ایک شخص تھے، وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کی والدہ آئیں اور ان کو بلایا۔ انہوں نے (اپنے دل میں) کہا: میں والدہ کو جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں؟ اس پر (ناراض ہو کر) ان کی (والدہ) نے کہا: اے اللہ! اس کو اس وقت تک موت نہ دینا، جب تک کہ آپ اس کو زانیہ عورتوں کے منہ نہ دکھا دیں۔ جریج اپنی عبادت گاہ میں تھے کہ ایک عورت ان کے روبرو آئی اور ان سے بات کی، لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی، خود کو اس کے سپرد کیا اور ایک بچے کو جنم دیا۔ پھر کہا (یہ بچہ) جریج سے ہے۔ لوگ ان کے پاس آئے، ان کے عبادت خانے کو توڑا، انہیں نیچے اتارا اور گالیاں دیں۔ انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر بچے کے پاس آ کر کہا: اے بچے! تیرا باپ کون ہے؟ وہ بولا: ''چرواہا'' لوگوں نے کہا: ہم آپ کی عبادت گاہ سونے کی بنا دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا:

ہر گز نہیں! مگر مٹی ہی سے (بناؤ)۔''(۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

''ایک عورت نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ وہ اپنے حیض کا غسل کیسے کرے۔ اس راوی نے کہا: انہوں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے ذکر کیا، کہ آپ ﷺ نے اس کو طریقہ غسل بتلایا۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا): پھر تم مشک میں بسا ہوا کپڑا لے کر اس سے پاکی حاصل کرلو۔ اس (عورت) نے پوچھا: میں اس سے کس طرح پاکی حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس سے پاکی حاصل کرو۔ آپ ﷺ نے اپنے چہرے کو چھپا لیا (سفیان بن عینیہ نے اپنے ہاتھ کو اپنے چہرے پر رکھتے ہوئے ہمارے لئے اشارہ کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو نبی ﷺ کا مقصود سمجھاتے ہوئے کہا: اس کو خون لگی جگہوں پر پھیر لیا کرو۔''(۳۸)

اخلاقی تعلیمات پر زور دینا:

خطیب ومبلغ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ حکمرانوں اور عوام الناس کی اصلاح کے لیے اخلاقی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ بیان کرے، آقا کریم ﷺ کی سیرت سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز کوئی آدمی اس وقت تک قدم نہیں ہلا سکے گا، جب تک اس سے چار باتوں کے بارے میں پوچھ نہ لیا جائے گا۔ اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کس کام میں ختم کیا؟ اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کس کام میں بڑھاپے تک پہنچایا؟ اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کس حد تک عمل کیا۔''(۳۹)

حضرت مالک بن دینار حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی تقریر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی تقریر کے بارے میں پوچھے گا (صحابی کا کہنا ہے: میرا خیال ہے، آپ ﷺ نے فرمایا) کہ وہ خطیب ومقرر اس خطبہ سے کیا چاہتا تھا؟''(۴۰)

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''نبی ﷺ نے فرمایا: لوگوں کے چار گروہ ہیں:

ا۔ ایک آدمی وہ ہے جسے اللہ نے مال اور علم دیا، وہ ان دونوں نعمتوں کے مقابلے میں

اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ کے حق کا بھی خیال رکھتا ہے، اس آدمی کا مقام و مرتبہ بہترین ہے۔

۲۔ ایک آدمی وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم دیا مگر مال نہیں دیا، وہ نیت کا سچا ہے، وہ کہتا ہے، کاش کہ مجھے اللہ نے مال دیا ہوتا اور فلاں آدمی کی طرح کام کرتا، اس کا یہ کہنا اس کی نیت کے مطابق ہے۔ لہٰذا ان دونوں آدمیوں کو برابر کا اجر ملے گا۔

۳۔ ایک وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا مگر علم نہیں، علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ مال میں غلط تصرف کرتا ہے، نہ اس میں اپنے رب سے ڈرتا ہے نہ صلہ رحمی سے کام لیتا ہے، اور نہ اس میں اللہ کے حق کا خیال رکھتا ہے، یہ آدمی بدترین درجے میں ہے۔

۴۔ ایک آدمی وہ ہے جس کو اللہ نے مال دیا نہ علم، وہ کہتا ہے: کاش! میرے پاس مال ہوتا اور میں فلاں کی طرح کام کرتا۔ اس کا یہ کہنا اس کی نیت پر منحصر ہے۔ ان دونوں آدمیوں کا بوجھ برابر ہے۔''(۴۱)

من گھڑت قِصّوں سے احتراز:

بعض خطباء واقعی عالم ہوتے ہیں اور بعض صرف قصہ گو، علم کی اپنی ایک شان ہے مگر قصہ گوئی بھی بری نہیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قصہ گو تو وہ ہیں جو دوزخ اور بہشت کا ذکر کرتے ہیں، لوگوں کو ڈراتے ہیں، نیت ان کی خالص ہوتی ہے اور وہ سچے واقعات پیش کرتے ہیں۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے واقعات گھڑ رکھے ہیں اور جھوٹی احادیث وضع کر رکھی ہیں، تو میں انہیں اچھا نہیں سمجھتا۔ اچھے قصوں کو بیان کرنے کا حکم قرآن مجید سے ثابت ہے:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۴۲)

آپ (اے نبی ﷺ) ان سے حکایت بیان کیجئے تاکہ یہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں۔

بسا اوقات تمثیل کے لئے بھی قصہ بیان کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، پھر بعض لوگ قصوں سے ایسا درس حاصل کرتے ہیں کہ ان میں خشوع وخضوع اور اللہ کی طرف رجوع کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے علامہ عبدالرحمن بن الجوزی نے لکھا ہے کہ ''جملہ علماء کرام اپنے علم وفتویٰ کے ذریعہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے مگر ان قصہ گو حضرات اور واعظوں نے اس فرض کو عوام سے خطاب کی صورت بخشی۔ بسا اوقات عوام کو کسی بڑے عالم سے وہ فائدہ نہیں پہنچتا، جو ان واعظوں سے پہنچتا ہے۔''(۴۳)

بعض قصہ گو بڑے عجیب وغریب واقعات بیان کرتے ہیں اور عوام سے داد بھی پاتے ہیں، ایسے ہی واقعات میں سے ایک واقعہ درج ذیل ہے:

جعفر بن محمد الطیالسی سے روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام یحییٰ بن معین رحمۃ

اللہ علیہ نے مسجد رصافہ میں نماز پڑھی، وہاں ایک واعظ نے کھڑے ہوکر وعظ کہنا شروع کیا اور کہا۔ ''ہم سے احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے روایت بیان کی۔ ان دونوں نے عبدالرزاق اور عبدالرزاق نے معمر اور معمر نے قتادہ اور قتادہ نے انس سے روایت کی: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا، جس کی چونچ سونے کی اور پر مرجان کے ہوں گے۔'' وغیرہ وغیرہ...... (اس قصہ گو نے اتنا طویل قصہ گھڑ کر سنایا کہ جو شاید بیس اوراق پر مشتمل ہو) اب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دیکھتے تھے اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، اور ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کیا آپ نے اس شخص سے یہ حدیث بیان کی ہے؟ اور پھر جواب میں ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ بخدا میں نے تو ابھی (اس کی زبانی) سنی ہے، اس سے پہلے کبھی نہ سنی نہ بیان کی۔ پھر دونوں بزرگ خاموش بیٹھے رہے، حتیٰ کہ واعظ اپنے وعظ سے فارغ ہوگیا۔ اس کے بعد واعظ نے لوگوں سے عطیات وصول کئے اور پھر بیٹھ کر مزید عطیات اور نذرانوں کا انتظار کرنے لگا۔ اب یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کے اشارہ سے اسے اپنے پاس بلایا اور وہ اسی خیال سے چلا آیا کہ شاید یہاں سے بھی کچھ انعام ملے گا۔ یحییٰ بن معین نے اس سے کہا: یہ حدیث جو آپ نے سنائی ہے، یہ آپ نے کس سے سنی ہے؟ اس نے کہا یحییٰ بن معین سے، آپ نے کہا: یحییٰ بن معین میں ہوں اور میرے ساتھ احمد بن حنبل ہیں۔ ہم نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے یہ حدیث کبھی نہیں سنی اور اگر یہ روایت ہے بھی تو جھوٹ ہے جو کسی نے گھڑی ہوگی۔

اس واعظ نے کہا'' تم ہی یحییٰ بن معین ہو؟ انہوں نے فرمایا'' ہاں'' واعظ کہنے لگا میں نے سنا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے مگر آج میں نے خود دیکھ لیا کہ یہ بات درست ہے۔ یحیٰی بن معین نے کہا ''تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ میں احمق ہوں، اس نے کہا مجھے اس طرح معلوم ہوا کہ تمہارے خیال میں تم دونوں کے علاوہ دنیا بھر میں کوئی اور یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل نہیں ہیں۔ حالانکہ میں نے سترہ احمد بن حنبل اور سترہ یحییٰ بن معین سے روایات نقل کی ہیں۔ اس پر احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آستین سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور فرمایا اسے جانے دو'' چنانچہ وہ واعظ اس انداز ے سے اٹھ کر چلا جیسے ان دونوں کا مذاق اڑاتا جارہا ہو۔ (۴۴)

خطباء وعلماء کے لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سبق آموز واقعہ:

امام اعظم امام ابوحنیفہ کے نامور شاگرد امام محمد بن حسن شیبانی کے ذوق مطالعہ اور دین سے ناواقف لوگوں کی خاطر رات رات بھر مسائل شرعیہ کے دیکھنے کا ایمان افروز اور علماء کے لئے سبق آموز واقعے کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ امام محمد راتوں میں کتابوں کے مطالعہ کے عادی تھے۔ موسم گرما میں یہ

حال ہوتا کہ کتاب کھلی ہوئی ہے، بدن کا کرتا اترا ہوا ہے اور پانی سے بھرا طشت سامنے ہے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو طشت سے پانی لے کر آنکھوں پر چھینٹے مارتے، تا کہ نیند دور ہو جائے اور پوری بیداری اور تیقظ کے ساتھ اپنا مطالعہ جاری رکھ سکیں اور نئے نئے پیش آمدہ مسائل کا استخراج واستنباط کر سکیں۔ رات کے اس مسلسل عمل اور مطالعے نے جب ان کی صحت پر مضر اثرات ڈالنے شروع کئے، تو ایک رات ان کے چند رفقاء بہی خواہ ان کی خدمت میں آئے اور کہا: آپ یوں مسلسل نہ جاگیں، رات کو کچھ سویا بھی کریں، ورنہ آپ کی صحت بالکل جواب دے جائے گی۔ رفقاء کی اس ہمدردانہ بات کو سن کر امام محمد نے خوب صورت اور دور اندیشانہ جواب دیا وہ سونے سے لکھنے کے قابل اور علماء کے لئے ایک سبق ہے، فرمایا: لوگ تو اس بھروسہ پر سو رہے ہیں کہ کوئی نیا مسئلہ ہمارے سامنے آئے گا تو (امام) محمد کے پاس چلے جائیں گے۔ بتاؤ (امام) محمد بھی اگر سو جائے تو لوگ پھر کہاں جائیں گے۔(۴۵)

اسی طرح ہم میں سے ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ وہ دعوت وتبلیغ کیلئے ایک خاص لائحہ عمل مرتب کرے، عمدہ اسلوب اپنائے، خصوصاً آئمہ وخطباء کا عام مسلمانوں سے سب سے زیادہ ربط ہوتا ہے اور ان کی دعوت کے میدان مسجد، محراب ومنبر اور دینی اجتماعات ہیں۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو کمال عمل اور اچھے اخلاق سے متصف کریں تا کہ، وہ بہترین معلم، بہترین تربیت دینے والے اور بہترین مرشد ثابت ہوں۔ اور اس اہم ترین منصب کا حق ادا کر سکیں۔

❖❖❖

حوالہ جات

۱۔ شاہتاز، نور احمد، ڈاکٹر، امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت، اسکالرز اکیڈمی، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص ۱۰۱

۲۔ یوسف ۱۲:۱۰۸

۳۔ طٰہٰ ۲۰:۱۱۴

۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الاذان، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء، رقم ۶۳۱، ص ۱۳۶

۵۔ الصّف ۶۱:۳

۶۔ الرعد ۱۳: ۲۸

۷۔ الاسرآء ۱۷: ۷۹

۸۔ امام وخطیب کی شرعی ومعاشرتی حیثیت، ص ۱۰۳۔۱۰۴

۹۔ القلم ۶۸: ۴

۱۰۔ آل عمران ۳: ۱۵۹ ۱۱۔ النحل ۱۶: ۱۲۵

۱۲۔ الازہری، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۰۵ھ: ۲/ ۱۶۷۔۴۱۸

۱۳۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، حافظ سجستانی، سنن ابوداؤد، ابواب الجمعۃ، رقم ۱۱۰۸، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۱۴۲۵۔۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء

۱۴۔ بخاری، کتاب العلم، رقم ۱۲۳

۱۵۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابوعیسیٰ، جامع الترمذی، ابواب الجمعۃ، دارالمعرفہ، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۲ء، رقم ۵۰۹

۱۶۔ بخاری، کتاب الجمعۃ، رقم ۹۳۴

۱۷۔ بخاری، کتاب العلم، رقم ۱۲۱

۱۸۔ منذری، عبدالعظیم، ذکی الدین، الترغیب والترھیب، دارالحدیث، قاھرہ، ۱۴۰۷ھ: ۲/ ۳۳

۱۹۔ الذٰریٰت ۵۱: ۵۴۔۵۵

۲۰۔ الحجر ۱۵: ۸۸

۲۱۔ ابوداؤد، کتاب الادب، رقم ۴۸۳۹

۲۲۔ بخاری، کتاب المناقب، رقم ۳۵۶۷

۲۳۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، دارالکتاب العربی، بیروت، لبنان، ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء، رقم ۱۱۶

۲۴۔ ابن حنبل، احمد، ابوعبداللہ، المسند، رقم ۱۸۵۱۹، بیت الافکار الدولیۃ، عمان، اردن، ۲۰۰۴ء

۲۵۔ ابوداؤد، کتاب الادب، رقم ۴۹۹۰

۲۶۔ ترمذی، رقم ۵۸۶

۲۷۔ مسند احمد: رقم ۲۲۲۸۱

۲۸۔ ابوداؤد، کتاب الضحایا، رقم ۲۸۰۲

۲۹۔ احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمن، امام، سنن النسائی (المجتبیٰ)، کتاب الضحایا، دارالفکر، بیروت، لبنان، ط ۱، ۱۴۲۵ھ۔۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۵ء، رقم ۷/ ۲۱۵

۳۰۔ البقرۃ ۲: ۱۷۔۱۸

۳۱۔ بخاری، کتاب المرضیٰ، رقم ۶۵۰۵، ص ۵۴۶

۳۲۔ مسلم، کتاب الجنة، رقم ۵۵
۳۳۔ ترمذی، ابواب صفة القیامة، رقم ۲۴۶۵
۳۴۔ ابوداؤد، کتاب الجھاد، رقم ۲۵۳۷
۳۵۔ بخاری، کتاب الایمان، رقم ۱۶
۳۶۔ ایضاً، رقم ۳۴
۳۷۔ ایضاً، باب قول اللہ تعالیٰ: واذکر فی الکتاب مریم، رقم ۳۴۳۶
۳۸۔ ایضاً، کتاب الحیض، رقم ۱۳۱۴
۳۹۔ الترغیب والترہیب، رقم ۱۵۶۴
۴۰۔ ایضاً، رقم ۱۵۶۴
۴۱۔ ایضاً، رقم ۲۰
۴۲۔ الاعراف ۷:۱۷۶
۴۳۔ ابن جوزی، عبدالرحمن بن علی، القصاص والمذکرین، مکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ، ص ۱۱۲
۴۴۔ ایضاً، ص ۱۱۷
۴۵۔ مجلہ فقہ اسلامی، اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا، ص ۱۷۔۱۶

❖❖❖